

ہائے سجادؑ

گو ہو گیا زمانہ شانے سے تابہ شانہ
تابوت چل رہا ہے کاندھے بدل رہے ہیں

خاکپائے ماتم گسار ان حسینِ مظلوم

میر احمد نوید

نوحہ

تصویرِ کربلا ہے عابد کے آنسوؤں میں
تفسیرِ لالہ ہے عابد کے آنسوؤں میں

اے انتہائے حسرتِ حرف و عدد میں کب ہے
وہ علم جو چھپا ہے عابد کے آنسوؤں میں

لے کچھ خبر کہیں خود اللہ تو نہیں ہے
یہ کون رو رہا ہے عابد کے آنسوؤں میں

اے ضعفِ اہلِ دل پر کھلتا ہے وقتِ گریہ
وہ راز جو چھپا ہے عابد کے آنسوؤں میں

ہے اس کی روشنی سے نورِ الہِ روشن
روشن جو اک دیا ہے عابد کے آنسوؤں میں

ہر صبح ایک سورج نیرے پہ ہے بڑیدہ
ہر شام بے ردا ہے عابد کے آنسوؤں میں

جس وقت آگ لے کر خیموں میں شام آئی
وہ وقت تھم گیا ہے عابد کے آنسوؤں میں

کھول اے نوید آنکھیں رکھ طاق میں کتابیں
یہ دیکھ کیا لکھا ہے عابد کے آنسوؤں میں

نوحہ

سجادؑ کی آنکھوں سے خدا دیکھ رہا ہے
لٹتے ہوئے زینبؑ کی ردا دیکھ رہا ہے

دیکھے گا انھی آنکھوں سے اس گھر کا اُجڑنا
جن آنکھوں سے اس گھر کو بسا دیکھ رہا ہے

کیا دیکھے وہ زنجیر کو کیا طوق کو دیکھے
رسی میں سکیئہ کا گلا دیکھ رہا ہے

اک نیزے پہ سر دیکھ رہا ہے شہؑ دیں کا
اک نیزے پہ زینبؑ کی ردا دیکھ رہا ہے

جس شانے کو توحید ہے تھامے ہوئے ہائے
اُس شانے کو رسی میں بندھا دیکھ رہا ہے

ہے کرب و بلا کتنی پرانی کہ زمانہ
ہر دور میں ہر رخ سے نیا دیکھ رہا ہے

سب شاہ کی نظروں میں خدا دیکھ رہے ہیں
گل ہوتے ہوئے کون دیا دیکھ رہا ہے

اس فرش پہ آنے کے لئے عرش ہے بے چین
جھک جھک کے سر فرشِ عزا دیکھ رہا ہے

مرنے کو نویدِ آہ تصور ہی بہت ہے
بازار میں کن آنکھوں سے کیا دیکھ رہا ہے

رمز لا الہ کیا ہے

بتا اے گریہ عابد کہ رمز لا الہ کیا ہے
سرِ شبیر کیا ہے اور زینب کی ردا کیا ہے

ردا لٹنے سے لے کر حرفِ اللہ بچنے تک
علیٰ جانے لٹا کیا ہے خدا جانے بچا کیا ہے

جوابِ ان کا حسین ابن علیٰ میں مل گیا مجھ کو
ازل کیا ہے ابد کیا ہے خودی کیا ہے خدا کیا ہے

خدا کو کر دیا جس کے کرم نے لائق سجدہ
ہے رب جس کا ہیں ہم اس کے ہمارا پوچھنا کیا ہے

کبھی کانوں میں تیرے گر نہ بل من کی صدا آئی
تو پھر اے سننے والے یہ بتا تو نے سنا کیا ہے

جو گریہ بن گیا وہ غم ہے کیا اے گریہِ عالم
جو دھڑکن بن گئی دل کی وہ ماتم کی صدا کیا ہے

علیٰ نے میرے کاسے میں فقری ڈال دی جس دم
نوید اُس دم مرے دل پر کھلا دستِ خدا کیا ہے

نوحہ

عالیٰ بیمار کو اُمت صلہ دیتی رہی
غش میں اُن کو تازیانوں کی دوا دیتی رہی

خاک کو صحرا کی زینبؑ کی طرف سے شکریہ
خاک اُڑ اُڑ کو کھلے سر کو ردا دیتی رہی

سرتھانیزے پر علی اکبرؑ کا اور ناقے پہ ماں
ماں بڑی حسرت سے پیٹے کو صدا دیتی رہی

شمر یہ اسلام کی گردن ہے خنجر مت چلا
اور گلا کٹتا رہا زینبؑ صدا دیتی رہی

کاش اس صورت سے ہی بچ جائے زینبؑ کی ردا
آگے آگے آگے ہر بی بی ردا دیتی رہی

ایک ننھی اور ویراں سی لحد زندان میں
قافلہ جو لٹ گیا اس کا پتا دیتی رہی

کیا کہوں میں شام والے کس قدر تھے بد نصیب
وہ ستم کرتے رہے زینبؑ دعا دیتی رہی

قافلہ جاتا ہے ہل من کی صدا سن کر نوید
یہ صدا ہر دور میں کرب و بلا دیتی رہی

نوحہ

ہائے سجاد جو زنجیر پہن کر آئے
پھول آنے تھے مگر بدلے میں پتھر آئے

صرف گرتا علی اصغرؑ کا لیا زینبؑ نے
شامی لوٹا ہوا اسباب جو لے کر آئے

دھول سے چہرے اٹے تھے، تھی رس ہاتھوں میں
سر بازار وہ قیدی جو کھلے سر آئے

ایک ہنگام اٹھا شام غریباں کی طرح
شہہ کا سر لے کے جو زنداں سے سٹمگر آئے

نوحہ کرتی ہے مدینے میں یہ صغراؑ تنہا
خط ہی آیا نہ خبر آئی نہ اکبرؑ آئے

آؤ بابا ذرا زینبؑ کا کرو استقبال
سر کھلے کس طرح دربار کے اندر آئے

تنگ رسی سے سیکنہؑ کا گلا گھٹاتا ہے
فاصلہ ختم ہو کب جانے، کب گھر آئے

دیکھتی رہ گئی زینبؑ بھی بندھے ہاتھوں سے
سوئے سجادؑ لعیں لے کے جو لنگر آئے

کس سے یہ بار اٹھا، کس نے اٹھایا ہے نوید
بار شانوں پہ جو سجادؑ اٹھا کر آئے

نوحہ

قید ہو کر جا رہا ہے قافلہ سجاد کا
تازیانے کھا رہا ہے قافلہ سجاد کا

جشن ہے کیسا یہ لوگو کیوں سبے میں راستے
شامیوں کے ہاتھ میں پتھر ہیں کس کے واسطے
کیا کھلے سر آ رہا ہے قافلہ سجاد کا

رسیاں ہیں بیڑیاں ہیں طوق ہیں لنگر بھی ہیں
راہ میں کوڑے بھی ہیں کانٹے بھی ہیں پتھر بھی ہیں
پھر بھی چلتا جا رہا ہے قافلہ سجاد کا

انبیاء جاتے ہوئے دیکھے ہیں میں نے اُس طرف
اولیا جاتے ہوئے دیکھے ہیں میں نے اُس طرف
جس طرف سے آ رہا ہے قافلہ سجاد کا

شرم سے زینبؑ کے پاؤں دھنس رہے ہیں کیا کرے
اور ستم یہ ہے کہ شامی نہں رہے ہیں کیا کرے
خون روتا جا رہا ہے قافلہ سجادؑ کا

بہہ رہا ہے زینبؑ و کلثومؑ کے سر سے لہو
جم رہا ہے ایڑیوں پر بہہ کے لنگر سے لہو
ہائے پتھر کھا رہا ہے قافلہ سجادؑ کا

زور باطل میں جو تھا وہ گھٹ رہا ہے اے نویدِ
قلم کا بادل جو تھا وہ چھٹ رہا ہے اے نویدِ
اور بڑھتا جا رہا ہے قافلہ سجادؑ کا

نوحہ

طوق کھولو کہ گھٹا جاتا ہے بیمار کا دم
کھولو زنجیر کہ زنجیر سے کٹتے ہیں قدم

طوق گردن میں پڑا پاؤں میں زنجیر پڑی
دیکھتی رہ گئی بس زینبؑ مظلوم گھری
دُکھ سے دہرا ہو بیمار کمر کھا گئی خم

آئی بیمار مسافر پہ قیامت کی گھری
لو وہ نقارہ بجا آگئی رخصت کی گھری
قافلہ لے کے چلا قافلہ سالارِ حرم

راہِ اس موڑ پہ لے آئی اُسے آہ کہاں
تازیانے کہاں پشتِ خلفِ شاہ کہاں
اُٹھنے سے پہلے نہ کیوں ٹوٹ گئے دستِ ستم

کیا قیامت ہے گرفتار کو غش آتا ہے
قافلہ روکو کہ بیمار کو غش آتا ہے
ہائے ناقتے سے یہ زینب کی صدا تھی پیہم

ابھی بیمار کے زخموں سے لہو جاری ہے
تازیانے نہ لگاؤ کہ غشی طاری ہے
ہاتھ روکو تمہیں زینب کے کھلے سر کی قسم

تازیانوں میں نہ وقفہ کوئی دم آتا ہے
اک جو ہٹتا ہے تو اک تازہ دم آجاتا ہے
ایک بیمار پہ جاری ہے یہ لشکر کا ستم

ہاتھ رہ رہ کہ وہ بیمار نہ کیوں دل پر دھرے
زخم بے پردگی اہل حرم کیسے بھرے
ہائے اس زخم کا کوئی بھی نہیں ہے مرہم

گھاؤ زنجیر کا ملتا تھا نہ بھرتا تھا نوید
طوق پڑھتے ہوئے نوحہ جو گزرتا تھا نوید
ہائے زنجیر سے آتی تھی صدائے ماتم

نوحہ

کہو ہائے ہائے عابد، کہو ہائے ہائے شام
آزاد سب ہیں قید ہے زنجیر میں امام

ٹوٹی اگرچہ کس پہ قیامت نہ راہ میں
گزری اگرچہ کس پہ مصیبت نہ راہ میں
پر یہ وہ ہے کہ جس پہ مصیبت ہوئی تمام

عابد کے دونوں ہاتھ ہیں زنجیر میں بندھے
حسرت سے جا رہے ہیں وہ لاشوں کو دیکھتے
لاشوں کو ہاتھ اٹھا کے کریں کس طرح سلام

اے راہِ شام بول مسافر وہ کون تھا
تھا پتھروں کی زد پہ جو آخر وہ کون تھا
کھاتا تھا تازیانی نہ کرتا تھا وہ قیام

کب دستِ تازیانہ رکا دن گزر گیا
سورج سے خون رستا رہا دن گزر گیا
زخموں سے چور آئی سکنے ہوائے شام

برسا کے اشک ابر نے سجدہ کیا اسے
صابر تو کیا ہے صبر نے سجدہ کیا اسے
معبود ہے یہ صبر کا عابد ہے اس کا نام

زنجیر زن کی آہ و بکا ہے یہی نوید
ہر ماتمی کے لب پہ صدا ہے یہی نوید
قیدی بنے ہیں اہل حرم شرم اہل شام

نوحہ

گزر ا تھا بیبیوں کو لے کر کہاں کہاں سے پوچھو نہ سراں سے
آئے کھلے سروں پر پتھر کہاں کہاں سے
پوچھو نہ سراں سے

یا سیلیاں لگی تھیں یا رسیاں بندھی تھیں
زینبؑ کے بازوؤں پر آئے نشان کہاں سے
پوچھو نہ سراں سے

باندھی گئی تھی بیڑی طوقِ گلو سے کیسے
آتی تھی سانس کیسے کھینچتی تھی جاں کہاں سے
پوچھو نہ سراں سے

چلتی تھیں قید ہو کر جھک جھک کے بیٹیاں کیوں
باندھی گئی سکینہؑ کے ریسماں کہاں سے
پوچھو نہ سراں سے

لائی تھی جو وطن سے دامن میں پھول زینبؑ
بکھرے وہ پھول کیسے آئی خزاں کہاں سے
پوچھو نہ سارباں سے

بس دیکھ لو سروں پر یہ خاک رہ گزر کی
کس کا ہے اور چلا تھا یہ کارواں کہاں سے
پوچھو نہ سارباں سے

ہر لمحہ کربلا ہے ساری زمیں ہے مقتل
آغاز گر کے تو وہ داستان کہاں سے
پوچھو نہ سارباں سے

سب پر نویدؑ کی تھی جس بار نے گرائی
وہ بار کھینچ لایا یہ ناتواں کہاں سے
پوچھو نہ سارباں سے

نوحہ

جب پتھروں کی زد پہ گرفتار آ گیا
زینبؑ پکاریں شام کا بازار آ گیا

زخموں سے خوں کی دھار بھی ٹھہری نہ تھی ابھی
عابدؑ نے غش سے آنکھ بھی کھولی نہ تھی ابھی
پھر تازیانہ لے کے ستمگار آ گیا

پاؤں دھنسنے کہ بیڑیاں خاموش ہو گئیں
اُٹھا وہ شور بیبیاں خاموش ہو گئیں
پھر غش میں ہائے قافلہ سالار آ گیا

گزری جدھر جدھر سے قیامت ہوئی نہ کم
زینبؑ کے سر سے ایک مصیبت ہوئی نہ کم
بازار سے جو نکلی تو دربار آ گیا

وہ قہقہے وہ شور وہ تاشے وہ اژدھام
عابدؑ کے لب پہ ہائے کبھی آگیا جو شام
زینبؑ کو یاد دروں کا آزار آگیا

اس قافلے نے کیسی مصیبت نہیں سہی
راہوں میں قیدیوں کے لیے دھوپ ہی رہی
کب یہ ہوا کہ سایہ دیوار آگیا

روزِ جزا نویدِ صفِ انبیاء سبھی
حق کی صدا پہ اُٹھ گئے تعظیم کو سبھی
جب صبر کے قبیلے کا سردار آگیا

نوحہ

یہ دم ہے کہاں طوق میں عابد کو جھکالے
یہ سر تو پس طوق ہے افلاک سنبھالے

یارب سر زینب سے ردا یوں تو نہ لٹتی
یہ غربت زینب تو چھپائے نہیں چھپتی
سر کیسے چھپائے وہ اگر خاک نہ ڈالے

دڑوں سے شکستہ ہوئے سجاد کے پہلو
رسی میں بندھے جس گھڑی زینب کے تھے بازو
حسرت ہی رہی دل میں کہ عابد کو بچالے

معصوموں کا یہ حال بھی دیکھے کوئی ہائے
بچہ جو کہیں راہ میں پانی کوئی پائے
جلتی ہوئی سجاد کی بیڑی پہ ہی ڈالے

آتی ہے ان آنکھوں میں جو یہ اڑتی ہوئی دھول
ہے شام کی راہوں میں جو یہ اڑتی ہوئی دھول
اس دھول سے کہہ دے کوئی زینب کو چھپالے

سجادؑ یہ کہتے تھے نہ کر ظلم یہ ملعون
مت کھینچ یہ گوہر نہ سکیں کا بہا خون
گر تجھکو بہانا ہے میرا خون بہالے

اس دم تھا نوید آگ کے شعلوں میں وہ خیمہ
اٹھتے ہوئے شعلوں میں تھی زینب کی تمنا
جل جائے وہ خود آگ میں عابد کو بچالے

نوحہ

میں تیرے پاؤں یہ بیڑی کے درمیاں سجاؤ
کہ بازوؤں میں ہے زینبؑ کے ریسماں سجاؤ

بندھا جو ہوگا رن میں گلا سکیئہؑ کا
کڑی تو پڑگئی ہوں گی یہ بیڑیاں سجاؤ

یہ ہاتھ ہتھکڑیوں میں لگے کہاں جکڑے
گلے کا طوق لگا کس جگہ گراں سجاؤ

جو تو اٹھاتا نہ بارِ فلک حسینؑ کے بعد
تو ٹوٹ پڑتا زمیں پر یہ آسماں سجاؤ

یہ بے ردائی زینبؑ یہ شام کا بازار
یہ تازیانے کہاں اور تو کہاں سجاؤ

ملادی خاک میں دربار کی ازاں تو نے
ازاں کے درمیاں تو نے جو دی ازاں سجاؤ

ردا کو شام کے بازار میں وہ یاد کرے
کہ تازیانے تجھے کھاتے دیکھے ماں سجاؤ

لکھے جو لفظ تو ٹپکے قلم سے خون نوید
یہ حال ہو تو ترا حال ہو بیاں سجاؤ

نوحہ

آزادیِ توحید ہے سجاد کی زنجیر
والفجر کی تمہید ہے سجاد کی زنجیر

یہ شامِ غریباں کے اندھیرے کی صدا ہے
ہر صبح کی اُمید ہے سجاد کی زنجیر

وہ ذات کا زندں ہو زماں ہو کہ مکاں ہو
ہر قید کی تردید ہے سجاد کی زنجیر

کس رات کا مہتاب ہے پیرایہ سجاد
کس صبح کا خورشید ہے سجاد کی زنجیر

ہر ایک پہ سجتا نہیں یہ زیورِ سجاد
بس فقر کو تقلید ہے سجاد کی زنجیر

نوحہ

سجادؑ سے بازار میں آیا نہیں جاتا
زنجیروں میں بھی خود کو چھپایا نہیں جاتا

لاتے ہیں اُسے ہوش میں زینبؑ کو ستا کر
دروں سے جسے ہوش میں لایا نہیں جاتا

بازار میں ہے سر کو جھکائے ہوئے ہائے
سرطوق سے بھی جس کا جھکایا نہیں جاتا

سجادؑ اٹھائے ہوئے بازار سے گزرے
یزداں سے بھی جو وزن اٹھایا نہیں جاتا

چہروں کو بھلا اہلِ حرم کیسے چھپاتے
گر خاک سے بھی پردہ بنایا نہیں جاتا

کوئی کہو ہوتا مرے سجاد کا کیا حال
آنکھوں سے اگر خون بہایا نہیں جاتا

کہتا ہے نوید آہ لہو آنکھ سے بہہ کر
نوحہ وہ لکھا ہے جو سنایا نہیں جاتا

نوحہ

اے شام لہو ہو گئیں سجاؤ کی آنکھیں
راہوں میں کہیں کھو گئیں سجاؤ کی آنکھیں

نیزہ جو بڑھے کھینچنے زینب کی ردا کو
یوں ہو تو یہ سمجھو گئیں سجاؤ کی آنکھیں

بس کر نہ گیا آنکھوں سے پھر شام کا بازار
گریے ہی میں دیکھو گئیں سجاؤ کی آنکھیں

تھمتا ہی نہیں جس کیلئے گریہ مہدی
کیا جانئے کیا رو گئیں سجاؤ کی آنکھیں

ماتم کی صدا بن گیا خود دل کا دھڑکنا
غم سینے میں وہ بو گئیں سجاؤ کی آنکھیں

معصوم سکنہ کی طرف سیلیاں لے کر
لو شمر بڑھا لو گئیں سجاد کی آنکھیں

اے نالہ گرو نوحہ گرو گریہ گسارو
آنکھوں کو تو کھولو گئیں سجاد کی آنکھیں

مہدی کی وہ آنکھیں ہیں نوید اور کہوں کیا
جن آنکھوں میں زم ہو گئیں سجاد کی آنکھیں

نوحہ

آگیا بازار علی اکبرم
غش میں ہے بیمار علی اکبرم

اشک بہا لے یہ ماں ، صدقہ نکالے یہ ماں
تم کو سجالے یہ ماں ، دولہا بنالے یہ ماں
آؤ جواک بار علی اکبرم

ہچکیاں لے لے کے ماں، سنتی ہے جب بھی اذال
تن سے نکلتی ہے جاں ، لگتی ہے دل پر سناں
چلتی ہے تلوار علی اکبرم

آگنی شام بلاء ، ہوتی ہے ماں بے ردا
بھول گئے ماں کو کیا ، سنتے نہیں کیوں صدا
ماں کے مددگار علی اکبرم

غم سے چُھڑاؤ اُسے ، شکل دکھاؤں اُسے
لے کے تو آؤ اُسے ، بھول نہ جاؤں اُسے
صغرا ہے بیمار علی اکبرم

وہ جو ہے ماں کی مثال ، زینبؓ برگشتہ حال
جس نے رکھا ہے خیال ، پالا ہے اٹھارہ سال

اے مرے کڑیل جواں ، ماں کے بندھی ریسماں
چلنے کو ہے کارواں ، تم ہو نہ جانے کہاں
مل تو لو اک بار علی اکبرم

تم نہیں ہونا ملول ، ماں کو ستم سب قبول
سر پہ اگر چہ ہے دھول ، بچ گیا دین رسولؐ
لٹ گیا گھر بار علی اکبرم

آگیا دربارِ شام ، جمع ہیں سب خاص و عام
ہنس رہا ہے بے لگام ، بیبیوں کا لے کے نام
مجمع اغیار علی اکبرم

ہے یہ صدائے نوید ، درپہ جو آئے نوید
صدقہ جو پائے نوید ، لے کے وہ جائے نوید
اے مرے سرکار علی اکبرم

نوحہ

شام ہے تیروں سے چھلنی چل رہی ہیں آندھیاں
اُٹھ رہا ہے بیبیوں کے جلتے خیموں سے دھواں

اے سکینہؑ یہ ہے مقتل میں یہاں لاشے پڑے
بابا بابا کہتے کہتے آگئی ہو تم کہاں

طوق گردن میں پڑا ہے بیڑیاں پیروں میں ہیں
سر جھکائے خاک پر بیٹھا ہوا ہے اک جواں

اُڑ رہی ہے دشت میں چاروں طرف خیموں کی راکھ
رو رہا ہے آسماں اور رو رہی ہیں بیبیاں

خون بہنا مرتے دم تک بھی نہ کانوں سے رکا
اس طرح کھینچی گئیں کانوں سے اُس کے بالیاں

لیکے نیزے آگئے خیموں کے اندر اہل شر
چھپ رہی ہیں زمینبؔ مضطر کے پیچھے بیبیاں

پانی پایا ہے حرم نے شام عاشورہ کے بعد
بندھ گئیں ہیں دیکھ کر پانی کو سب کی ہچکیاں

ہاں اُٹھو اور نیت کرب و بلا باندھو نویدِ
آرہی ہے دشت سے ہل من کی آوازِ اذال

نوحہ

پیاسوں کا قافلہ ہے کہ آپیں بھی قید ہیں
بچے بھی سب رسن میں ہیں مائیں بھی قید ہیں

اک سار ہاں ہے سر پہ نہیں جس کے کوئی چھاؤں
بیڑی وہ پاؤں میں ہے کہ کٹتے ہیں جس سے پاؤں
وہ طوق ہے گلے میں کہ سانسیں بھی قید ہیں

ناقوں کو تیز لے کے جو چلتے ہیں اہل شر
بچے بھی گرتے جاتے ہیں ناقوں سے خاک پر
اس پر ستم کہ ماؤں کی باہیں بھی قید ہیں

سر کو پٹکتی خاک پہ سیدانیوں کے ساتھ
زنداں میں قید سارے ہی زندانیوں کے ساتھ
صبحیں بھی قید میں ہیں تو شامیں بھی قید ہیں

کھینچا سکیںہ کا جو گلا گھٹ کے رہ گئی
بابا نہ کہہ سکی کہ صدا گھٹ کے رہ گئی
رسی ہے یوں گلے میں صدائیں بھی قید ہیں

وہ خامشی ہے درد میں ڈھلتی نہیں صدا
ہونٹوں سے قیدیوں کے نکلتی نہیں صدا
ہے جس اِس قدر کے ہوائیں بھی قید ہیں

دائم نوید سینے میں ہے غم حسین کا
دھڑکن بھی دل کی کرتی ہے ماتم حسین کا
زندگیاں اشک میں مری آئیں بھی قید ہیں

نوحہ

زنجیروں میں ہے کس لئے سالار خدایا
کم پڑ گیا کیا طوق کا آزار خدایا

بے پردہ گئی اے اہلِ حرم ہی نہ تھی کچھ کم
کیوں اسکو دیا شام کا بازار خدایا

کیسا ہے ستم بعدِ ستم بر سرِ سجاد
بازار گیا آگیا دربار خدایا

زنجیروں میں یہ دل کے دھڑکنے کی صدا ہے
یا اشکوں کے گرنے کی ہے رفتار خدایا

کیوں اسکو میسجا کا میسجا نہ کہوں میں
میں کیوں کہوں سجاد کو بیمار خدایا

سجّاد نے شانے پہ لیا صبحِ ازل میں
جب کوئی اٹھانے نہ بڑھا بارِ خدایا

زینبؑ سے تو پوچھو یہ مسافر ہے کہاں کا
آیا ہے کہاں ہو کے گرفتارِ خدایا

آنکھوں سے نویدِ اُسکے بہا کس لئے پھر خوں
خنجر ہی چلی اس پہ نہ تلوارِ خدایا

نوحہ

جو بیڑی ناتواں پیروں میں شام ڈھلتے پڑی
پھوپھی عجیب سی حسرت سے دیکھتی تھی کھڑی

فرازِ ناقہ سے ہائے بہن نے کیا دیکھا
تھی لاش بھائی کی جلتی ہوئی زمیں پہ پڑی

جو تازیانہ لگایا پہنا کے طوق اُسے
پھوپھی تو تھام کے دل رہ گئی کھڑی کی کھڑی

ہر ایک خیمہ سراسر لہو میں ڈوب گیا
تھی نہ شام تلک خون کی لگی وہ جھڑی

گری سکینہ جو ناقے سے پائے عابد میں
یہ وہ گھڑی تھی کہ جب بیڑی پڑ گئی تھی کڑی

اُٹھے جو غش سے تو زینبؑ کو بے ردا دیکھا
نہ بھولے عابدؑ بیمار عمر بھر وہ گھڑی

تھی تازیانہ اُسے بے ردائی زینبؑ کی
مصیبتوں میں مصیبت یہی تھی سب سے بڑی

کہو ہوا سے یہاں خاک سر پہ رہنے دے
ردا کہاں ہے یہاں خاک ہی ہے سر پہ پڑی

جو چھت نہیں تھی تو زنداں میں قیدیوں پہ نویدِ
تمام دھوپ پڑی اور تمام اوس پڑی

نوحہ

بازار نے سجاد کو آتے ہوئے دیکھا
سرتا بہ قدم خوں میں نہاتے ہوئے دیکھا

زینبؑ کی ردا بابا کا سر بازوئے عباسؑ
سجاد کو کیا کیا نہ لٹاتے ہوئے دیکھا

بیڑی میں کہاں دم تھا کہ پیروں سے لپٹتی
سجاد کو خود پاؤں بڑھاتے ہوئے دیکھا

بگڑی تھی کچھ ایسی جو کسی سے بھی نہ بنتی
سجاد کو وہ بات بناتے ہوئے دیکھا

وہ جس نے اللہ کا رستہ کیا سیدھا
پتھر اُسے ہر موڑ پر کھاتے ہوئے دیکھا

زینب کی اذیت سے اُسے آتا تھا جب غش
دُروں سے اُسے ہوش میں لاتے ہوئے دیکھا

بس خاک اُڑاتے ہوئے دیکھا اُسے میں نے
آنکھوں سے اُسے خون بہاتے ہوئے دیکھا

مقتل تو نویدِ آہِ بمانے کو بہت تھے
سجّاد کو زندانِ بساتے ہوئے دیکھا

نوحہ

جب شام ہوئی درد سے دُہرا گئے سجاؤ
نیرے پہ ردا دیکھی تو غش کھا گئے سجاؤ

پھر سر پہ عمامہ نہ لیا خاک ہی ڈالی
زینبؓ کی ردا کیا ہے یہ بتلا گئے سجاؤ

جیسا کہ گلوائے علیؑ اصغرؑ سے بہا ہے
ویسا ہی لہو آنکھ سے برسا گئے سجاؤ

کب شام کے زنداں کے اندھرے کو خبر ہے
کس شمع کو کس خاک میں دفنا گئے سجاؤ

تہنائی خدا کی ہے جو سمجھائی علیؑ نے
تہنائی علیؑ کی ہے جو سمجھا گئے سجاؤ

کرسی سے اٹھا کوئی کوئی عرش سے اٹھا
محشر میں جو گونجی یہ ندا آگئے سجاد

لے تیز نوید اور جو ماتم کی ہوئی ہے
اس وقت یہ لگتا ہے یہاں آگئے سجاد

اسرار ہیں زین العبا

منکشف جب تک نہ ہوں اسرار ہیں زین العبا
عبد میں معبود کا اظہار ہیں زین العبا

کیسی زنجیریں کہاں کا طوق کیا زنداں کی قید
اختیارِ گن کے جب مختار ہیں زین العبا

تو کسے زنجیر پہنانے چلا ہے بے خبر
جاتا ہے وقت کی رفتار ہیں زین العبا

صبر کی طاقت کا اندازہ تجھے ہو جائے گا
ظلم تیرے سامنے اس بار ہیں زین العبا

جو نہ نگلی نیام سے کرب و بلا کے دشت میں
صبر کے لشکر کی وہ تلوار ہیں زین العبا

جس پہ درباری اذائیں بھی نہ غالب آسکیں
ناتوانی میں بھی وہ گفتار ہیں زین العبا

جانے کیا گزری ہے ان پر شام کے بازار میں
خود ہی نوحہ خود ہی ماتمداں ہیں زین العبا

میں میحا کے خدا اس راز کو سب سے نوید
راز رکھنے کے لئے بیمار ہیں زین العبا

نوحہ

سجّاد آرہے ہیں سجاد آرہے ہیں
اہل حرم لہو کے آنسو بہا رہے ہیں
سجّاد آرہے ہیں سجاد آرہے ہیں

کس طرح پتھروں سے زخمی کیا نبیؐ کو
گیلوں میں کس طرح سے کھینچا گیا علیؑ کو
خلقت کو سارے منظر پھر یاد آرہے ہیں
سجاد آرہے ہیں سجاد آرہے ہیں

ہر اک نبی کے لب پر تکبیر کہہ رہی ہے
راہوں میں بین کرتی زنجیر کہہ رہی ہے
آتے ہوئے سروں پر پتھر بتا رہے ہیں
سجّاد آرہے ہیں سجاد آرہے ہیں

دشمن و انصافی کی تمہید پیچھے پیچھے
سر پر ہے خاک ڈالے توحید پیچھے پیچھے
شہباز آگے آگے نوحہ سنا رہے ہیں
سجاء آرہے ہیں سجاء آرہے ہیں

شب دن میں ڈھل رہی ہے دن شب میں ڈھل رہا ہے
یہ قافلہ مسلسل صدیوں سے چل رہا ہے
کانٹے بچھانے والے کانٹے بچھا رہے ہیں
سجاء آرہے ہیں سجاء آرہے ہیں

بیڑی میں قید ہو کر آزاد چل رہے ہیں
سجاء کب رکے ہیں سجاء چل رہے ہیں
دُڑے لگانے والے دُڑے لگا رہے ہیں
سجاء آرہے ہیں سجاء آرہے ہیں

اپنی صدا میں قدسی اعلان کر رہے ہیں
آمد کا روزِ محشر سامان کر رہے ہیں
خود مصطفیٰ و حیدر رستا بنا رہے ہیں
سجّاد آرہے ہیں سجّاد آرہے ہیں

یہ جو نویدِ اذال کی آواز آرہی ہے
لے تیز ہو کے ماتم کی یہ بتا رہی ہے
سجّاد آرہے ہیں سجّاد آرہے ہیں
سجّاد آرہے ہیں سجّاد آرہے ہیں

نوحہ

آؤ میں بتاتا ہوں تمہیں اپنی فضیلت
عابد ہوں میں کیوں اور ہے کیا میری عبادت
جز ماتم و گریہ نہیں کچھ میری امامت
کیوں مجھ کو ملی قافلہ غم کی قیادت
توحید کے دربار میں کس کا ہے یہ قامت
بازار میں لائی ہے بتاؤ کسے غربت
ہے میری فضیلت نہ امامت نہ ولایت
ہے فخر مرا یہ کہ میں ہوں پہلا عرادر
مقتل ہو کہ زنداں ہو کہ بازار کہ دربار
یہ بارِ گراں پشت پہ میں نے ہی اٹھایا
اس غم نے مجھے پہلا عرادر بنایا
عمامہ مرا دھول ہے اور خاک ہے دستار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

کٹ جاتا مرا سر کہ ستمگر بھی تھے موجود
تھے تیر بھی تلوار بھی خنجر بھی تھے موجود
اس واسطے آیا مرے حصے میں یہ بازار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

پوشیدہ مرے گریے میں آدم کا ہے گریہ
پوشیدہ مرے گریے میں خاتم کا ہے گریہ
اس واسطے مجھ کو ہے ملا دیدہ خونبار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

یہ کرب و بلا خواب ہے میں خواب کی تعبیر
اس واسطے ڈالی گئی ان پیروں میں زنجیر
اس واسطے گردن میں پڑا طوقِ گرانبار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

بازار میں ان آنکھوں سے رونا تھا مجھے خون
یا شام کے دربار میں ہونا تھا مجھے خون
اس واسطے مجھ پر نہ چلائی گئی تلوار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

یہ وزن ہی ایسا تھا کسی نے نہ اٹھایا
یہ وزن اٹھانے کو مگر کوئی نہ آیا
اس واسطے مجھ کو ہے ملا شام کا آزار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

نیزے پہ ردا دیکھی ہے اے شام غریباں
دیکھا ہے سر نیزہ سر شاہ شہیداں
اس واسطے ہے گریہ و ماتم مرا اظہار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

ہے قافلہ شام و سحر میرے حوالے
میں چلتا ہی رہتا ہوں لیے پاؤں میں چھالے
اس واسطے ہے مجھ کو ملا راتنا پر خار
میں پہلا عزادار ہوں میں پہلا عزادار

میں پیکرِ عصمت ہوں میں ہوں پشتِ رسالت
میں پشتِ امامت ہوں میں ہوں پشتِ ولایت
اس واسطے دُروں کی ہوئی پشت پہ بوچھاڑ
میں پہلا عزادار ہوں میں پہلا عزادار

اک میں ہی جہانِ فیہ کوں ، گُن کی صدا ہوں
مقتل میں جو سرکٹ گئے میں ان کی صدا ہوں
اس واسطے توحید کے لہجے میں ہے گفتار
میں پہلا عزادار ہوں میں پہلا عزادار

ہر وقت نوید آتی ہے سجاد کی آواز
گونجی ہی چلی جاتی ہے سجاد کی آواز
اس واسطے ہے وقت سے آگے مری رفتار
میں پہلا عرادر ہوں میں پہلا عرادر

نوحہ

چلے جب سید سجادؑ اجڑا قافلہ لے کر
نہ تھا سر پر عمامہ کربلا کی خاک تھی سر پر

عمامے لٹ گئے ہائے ردائیں لٹ گئیں ہائے
سروں کو دھانپنے کو خاک ہے یا راہ کے پتھر

پٹ کر گرد میں اہل حرم روتے تھے غازی کو
قتاتیں بن گئی تھی راستے کی دھول اڑ اڑ کر

طوافِ سید سجادؑ کرنے جب بھی اُٹھتی تھی
ٹہر جاتی تھی بیڑی پر نگاہِ زینبؑ مضطر

لہو آنکھوں میں بھر جاتا تھا خیموں کا دُھواں بن کر
کہیں زینبؑ کو یاد آتا تھا جب بھی عصر کا منظر

کہاں تھا دم یہ بیڑی میں لپٹ جاتی جو پیروں سے
دیا تھا سید سجادؑ نے یہ اذن خود بڑھ کر

ہے دو نیزوں پہ سب لکھی ہوئی روداد الا اللہ
کہ اک نیزے پہ سر ہے اور ردا ہے ایک نیزے پر

بہ وقتِ شام آنکھوں کو اداسی گھیر لیتی ہے
نویہ آتا ہے کس کی یاد لے کر شام کا منظر

نوحہ

ہائے سجاد کو رونے کے زمانے آئے
رونے والے تیرا تابوت اٹھانے آئے

صرف زینب کو ہے سجاد کے غم کا ادراک
کیا تھا گریے میں جسے اپنے چھپانے آئے

جانتے تھے ہیں یہی ہاتھ طنابِ کعبہ
شامی اس واسطے ہتھکڑیاں پہنانے آئے

جانتے تھے ہیں یہی پاؤں ستونِ توحید
ظالم اس واسطے زنجیر پہنانے آئے

گریہ کیا چیز ہے تہائی کسے کہتے ہیں
نوح و آدم کو یہ سجاد بتانے آئے

جانتا کون اگر خون نہیں روتے سجاد
وہی اجڑے ہیں جو دنیا کو بسانے آئے

آسماں روتا ہے یا ابر برس جاتا ہے
اُن زمیں والوں پہ، جو خاک اڑانے آئے

لوٹ سے شام غریباں کی بچا کیا ہے نوید
جس کو بازار میں سجاد لٹانے آئے

نوحہ

بیبیاں راہ میں دڑوں کے ستم سہتی رہیں اور سجادؑ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا
جانے سالار سے کیا کہتی رہی سنتی رہی اور سجادؑ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

پردہ ہاتھوں کا بنائیں تو بنائیں کیسے
تھی رسن ہاتھوں میں منہ اپنا چھپائیں کیسے
موند کر آنکھیں ستم گاروں سے وہ چھپتی رہیں اور سجادؑ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

بیبیوں کے لئے آزار تھا آزار کے بعد
آئیں جب شام کے دربار میں بازار کے بعد
بھرے دربار میں وہ دھنستی رہیں گڑتی رہیں اور سجادؑ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

کر بلا یاد دلاتی تھی صدا گریے کی
گھر کے ہر گوشے سے آتی تھی صدا گریے کی
دیکھ کر سید سجادؑ کو وہ روتی رہیں اور سجادؑ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

مار کر درے اٹھائے ہوئے سالار کے ساتھ
کھا کے غش خاک پہ گرتے ہوئے سالار کے ساتھ
خاک سے اٹھتی رہیں خاک پہ وہ گرتی رہیں اور سجاؤ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

کوئی مشکل نہ تھی سجاؤ کی آسان نوید
ہو وہ دربار کے ہو شام کا زندان نوید
کبھی بیڑی تو کبھی طوق کو وہ روتی رہیں اور سجاؤ کی آنکھوں سے لہو بہتا رہا

حسینؑ حسینؑ

بند اپنی یہ رٹ کرو تو سُنو
آ رہی ہے صدا حسینؑ حسینؑ
اللہ اللہ کر رہے ہو تم
کر رہا ہے خدا حسینؑ حسینؑ

۱۴۶

سلام

(شہید) سیدہ شہنیلہ رضا

اور

(شہید) سید محمد حیدر

www.mirahmadnavaid.com

www.mirahmednavaid.com